رَبُّنَا اللّٰہ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا اللہ

استاذہ نگہت ہاشمی

رَبُّنَا اللّٰه

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : رَبَّنَا اللہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جون 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1 ' کینال روڈ' فون: 041 - 8721851

بہاولپور : 7A ' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 062 - 2875199
2885199 ' فیکس : 062 - 2888245

ملتان : 888/G/1 ' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت
فون: 061 - 6008449

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز B-48 کرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

ابتدائیہ

ربّ کا لفظ ایک ایسے رشتے کو ظاہر کرتا ہے جو کبھی نہ ٹوٹنے والا، کبھی نہ چھوٹنے والا ہے۔ ''ربّ'' کی ادائیگی اس طرح سے ہوتی ہے کہ یہ لفظ ہونٹوں کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ یہی حالت دل کی ہوتی ہے۔ یہ دل کے اندر اُترنے والا اور دل کے ساتھ چپکنے والا لفظ ہے۔ ربّ کو معنوی اعتبار سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ پرورش، تربیت، ملکیت، خبر گیری، نگہبانی، حاکمیت، فرمانروائی، تدبیر اور تنظیم سبھی کچھ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

ربّ وہ ہے جو بتدریج نشوونما کرتا ہے، جو بیج سے تناور درخت بناتا ہے۔ جو cell سے پورا جاندار بناتا ہے، جو ذرّے کو آفتاب بناتا ہے وہی ربّ ہے۔ وہ جو جسم کی پرورش کرتا ہے وہی تربیت بھی کرتا ہے۔ وہ ربّ ہے جس نے مچھلی کو تیرنا سکھایا، جس نے پرندوں کو اُڑنا، جانوروں کو چلنا اور رینگنا سکھایا۔ اُسی نے حشرات کو اور انسان کو چلنا سکھایا۔ وہی ہے جس نے ہر جانور، ہر پرندے، ہر مچھلی اور انسان کو اُس کی بولی سکھائی۔ وہی ہے جس نے ہر ایک کو غذائی ذوق دیا۔ اب کوئی جاندار نباتات کھاتا ہے اور کوئی گوشت خور ہے۔ اُسی نے انسان کو سب سے عمدہ انداز میں غذا کا استعمال سکھایا۔ وہی ہے جس نے ہر ایک کو رہنا سہنا سکھایا۔ ہر جانور، ہر پرندہ اور ہر انسان اپنے رہنے کے لئے جو گھر بناتا ہے اُسی ربّ کی

دی ہوئی خواہش اور اُسی کے سکھانے سے۔

وہی ربّ ہے جو پوری کائنات کی تدبیر اور تنظیم کر رہا ہے۔ وہ جو سورج سے زمین کو روشن کر رہا ہے، وہ جو سورج کی حرارت سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنا کر بادل بنا رہا ہے، وہ جو پیاسی زمینوں پر بارش برسا رہا ہے، وہ جو ہر ایک تک اُس کا مطلوبہ رزق پہنچا رہا ہے، وہی میرا بھی ربّ ہے، وہی ہر چیز کا ربّ ہے۔

اُس ایک ربّ کا اقرار زندگی بدل دیتا ہے۔ جو ربّ کو ماننے والے ہیں، وہ اُسی کی طرف اپنی ہر ضرورت کے لئے، ہر مشکل کے لئے اُمید بھری نظریں لگاتے ہیں اور جو اُس کو نہیں مانتے ان کی نگاہیں ہر طرف اُٹھتی ہیں اور تھک کر نامراد پلٹ آتی ہیں۔

وہ کتنا محروم ہے؟

جس نے اپنے ربّ کو نہیں پہچانا۔

جس نے اپنے ربّ کو اپنا نہیں بنایا۔

جو یہ نہیں کہہ سکتا

"یارَبّ" اے میرے رب!

"رَبّی" میرے رب!

"رَبَّنَا" ہمارے رب!

وہ سبھی کا ربّ ہے۔ اُس کا اقرار نہ کریں تب بھی وہ رَبّ ہے۔ اُس کو نہ مانیں تب بھی وہ ربّ ہے اور اگر کہہ دیں رَبُّنَا اللّٰہ "اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے" تو کتنے اندیشے ہیں جو دور ہو جاتے ہیں، انسان خوف کے اندھیروں سے اُمید کی روشنی میں آ جاتا ہے۔ ایک رَبُّنَا اللّٰہ کہہ کر انسان جنت کے راستے پر چلنے لگتا ہے، پھر اُس راستے کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یہی تو استقامت ہے اور اسی کے لئے ربّ کا وعدہ ہے کہ تمہاری ہم نشینی، دوستی کے لئے

فرشتے اُتریں گے جو کہیں گے نہ خوف کھاؤ نہ غم، جنت کی خوشخبری لو۔ایک رشتے سے کئی رشتے مل جائیں، تنہائی دور ہو جائے، وحشتیں ختم ہو جائیں، زندگی میں سکون آجائے، زندگی آسان ہو جائے۔ پھر کیوں نہ کہیں **رَبُّنَا اللّٰہ**۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاحقاف میں ربّ العزت فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (13)

”یقیناً (کوئی شک نہیں) جن لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے“۔

پہلی بات دیکھیے گا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

”جن لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے“۔

اتفاقاً نہیں کہہ دیا، ایسا نہیں ہے کہ Casually ایسے ہی چلتے چلتے کہہ دیا ہو اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے۔ پھر کیسے کہا؟ دِل سے۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

”اور ساری عمر اس پر جمے رہے“۔

کہاں کہاں؟ صرف زبان سے جمے رہے یا عمل سے؟ پتہ تو تب چلتا ہے جب جمنے کا موقع آتا ہے، پھر پتہ چلتا ہے کہ کون جما ہوا ہے اور کون اُکھڑا ہوا ہے؟

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ

"یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے"۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، چھوٹی سی بات نہیں ہے، سادہ سی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے۔ یہ ایک مکمل نظامِ زندگی کا اقرار ہے۔ انسان یہ کہتا ہے کہ میری زندگی کے ہر لمحے میں، ہر کام میں اللہ تعالیٰ ہی میرا ربّ ہوگا۔ اُن کی زندگی کی ہر سرگرمی میں نمایاں بات کیا ہوتی ہے؟ ربنا اللہ۔ رو یہ منہ سے بول کر کہتا ہے ربنا اللہ۔ منہ سے کہیں یا نہ کہیں، عمل پکار پکار کر کہہ رہا ہوتا ہے۔

ہر کام کا ایک ہی نام: ربنا اللہ (ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔)

ہر سرگرمی کا ایک ہی عنوان ہے: ربنا اللہ (ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔)

ایک مومن کی زندگی میں کہاں کہاں یہ بات نظر آتی ہیکہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے؟ سوچ میں بھی، کچھ بھی سوچ رہے ہوں، کسی بھی وقت، محفل میں بیٹھ کے، اکیلے بیٹھ کے، غصے کے وقت، خوشی کے وقت، کبھی کسی کے طعنے پر، کسی کے دُکھ پر، کسی بھی موقع پر۔ انسان کو ایک ہی بات صحیح رویے پر جما سکتی ہے جب وہ وہاں پر اپنے عمل سے یہ کہہ دے ربنا اللہ' ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے'۔ وہ مجھے پیدا کرنے والا، میرے بارے میں اچھے فیصلے کرنے والا ہے۔

مثال کے طور پر ایک انسان ایک کام کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے پلان کچھ بنایا تھا اور ہو کچھ گیا، اِرادہ ٹوٹ گیا۔ اب بڑے چانسز ہیں، شیطان کے کودنے کا زبردست موقع ہے کہ آئے اور مایوس کردے اور بندہ بشر ہے اور وہ بھی تھوڑا اندر سے ہلا ہوا ہے۔ مایوس ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں تو اپنے اِرادے کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچان لیتے

ہیں ربنا اللہ۔ اس وقت وہ کون سی سوچ ہے جو انسان کو حق پر جمائے رکھتی ہے؟ یہ میرے ربّ کا اِرادہ ہے کہ میرا اِرادہ ٹوٹ جائے، میں یہ کام نہ کر پاؤں۔ پھر آپ دیکھیں ایک انسان اس موقع پر جہاں اس کے لیے مایوس ہونا بہت آسان ہے، اوپر سے نیچے گرنا بہت آسان ہے، نیچے سے اوپر چڑھنا بہت مشکل ہے، چاہے انسان کا کتنا ہی نقصان ہوا اوپر سے نیچے آتے ہوئے بہرحال نیچے لڑھکنا آسان ہوتا ہے تو مایوسی آسان ہے، اُمید رکھنا مشکل، تو دیکھیں عین اس موقع پر جب انسان مایوس ہوسکتا ہے اس موقع پر وہ اُمید باندھ لے۔ بھلا انسان کیسے اُمید باندھ سکتا ہے؟ کہ میرے ربّ نے میرے بارے میں زیادہ اچھا سوچا ہے، میں نے اچھا پلان نہیں کیا اور پھر آپ دیکھیں کہ انسان جب ٹوٹتا ہے تو اس کا ٹوٹنا اور ٹوٹنے میں رب کو پالینا، یہ انسان کو ایمان میں کتنا آگے لے جاتا ہے!

دیکھیں ایٹم ٹوٹے تو روشنی نکلتی ہے، energy۔ اسی طرح جس وقت انسان ٹوٹتا ہے وہ انرجی حاصل کرسکتا ہے۔ اقبال کہتا ہے ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

دل ٹوٹے، کوئی پروگرام تباہ و برباد ہو جائے تو عین اس موقع پر ربنا اللہ کہنا انسان کو جما دیتا ہے۔ پھر مایوسی کی جگہ کیا چیز آ جاتی ہے؟ اُمید۔ پھر مایوسی کی جگہ کون لے لیتا ہے؟ توکل علیٰ اللہ۔ یہ ہے توکل کا موقع۔ پھر انسان کہتا ہے کہ توکل کیسے کروں؟ منہ سے بول کر تھوڑی توکل ہوگا! لکھ کر بھی نہیں ہوگا، کرنے سے ہوگا۔ اس موقع پر ایک انسان اُمید کی ڈور ربّ کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے تو بہت آگے نکل جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تھماؤ تو سہی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے بارے میں کہا تھا:

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (الکہف:13)

''ہم نے انہیں ہدایت میں ترقی دی تھی''۔

ہدایت میں زیادہ کردیا تھا۔اصحابِ کہف کا معاملہ اگر دیکھیں تو سارا ماحول مخالف ہے، گھر والے مخالف ہیں، کوئی جینے نہیں دینا چاہتا، چھپتے پھرتے ہیں۔انہوں نے غار میں کیوں پناہ لی تھی؟ تاکہ ایمان بچالیں۔اُمید کس پر باندھی تھی؟ اپنے ربّ پر۔لہٰذا اصحابِ کہف کی طرح ربّ پر اُمید باندھنی ہے، یہی ایمان پر قائم رہنا ہے، یہی استقامت ہے، یہی جم جانا ہے۔

دوسری طرف یہ دیکھنا ہے کہ کوئی مایوس کیسے ہوتا ہے؟ مایوسی کے لیے بھی ایک طریقۂ کار ہوتا ہے، ایک سوچ ہے جو انسان کو مایوس کرتی ہے۔مثلاً انسان کہتا ہے کہ میرے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، فلاں کا قصور ہے، یا میرا قصور ہے۔اپنا تو ویسے انسان کم ہی قصور تلاش کرتا ہے کیونکہ خود نے تو مظلوم بننا ہے۔ایک خاص کردار بننے کے لیے ظاہر ہے کہ انسان ایک خاص طریقۂ واردات اختیار کرتا ہے۔وہ ہر ایک میں قصور نکالے گا۔پہلے اپنے آپ کو مظلوم بناتا ہے، پھر مایوس ہوجاتا ہے اور مایوسی جانتے ہیں کیا ہے؟ ایمان سے سارے رشتے توڑ لینا، کفر۔

مایوسی کفر ہے۔

مایوسی گہرا اندھیرا ہے۔

مایوسی میں انسان ربّ سے ہاتھ چھڑا لیتا ہے کیونکہ دلیل گم ہوجاتی ہے، وہ دلیل جس نے ربّ سے رشتہ جوڑے رکھنا ہے۔اس مایوسی میں ایک انسان دین پر آخر کیسے قائم رہ لے؟

عموماً انسان اپنی سوچ کے ہاتھوں ہی چاروں شانے چت رہتا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں ایمان پہ کیسے جموں؟ بھئی جب جمنے کا ٹائم تھا اس وقت نہیں جمے، اب ایمان کہاں سے آئے گا؟ جب موقع ہے تکلیف کا، مشقت کا، پھسل جانے کا، مایوس ہونے کا، وہی تو موقع ہے

ایمان کا۔ موقع ایک ہی ہوتا ہے، یا ایمان لے لو، ایمان پر جم جاؤ یا کفر کی طرف نکل جاؤ۔ انسان اس موقع پہ Conscious نہیں رہتا، غافل ہو جاتا ہے۔ یہی تو غفلت ہے۔ مثلاً آج صبح ناشتے پر بہت اونچی آواز میں باتیں کی جا رہی تھیں تو میں سوچ رہی تھی کہ اگر چاہتے تو اس ناشتے سے ایمان لے سکتے تھے، کوئی تو ربّ کی بات کرتا، ربّ کی رحمتوں کا تذکرہ کرتا لیکن سارے ہی غافل ہیں، نہ کوئی باتیں کرنے سے روکتا ہے، نہ کوئی رُکتا ہے۔ ہر ایک خود کو آزاد سمجھتا ہے کہ میرے دل میں جو بات آ رہی ہے بس میں اونچی اونچی کہہ ڈالوں حالانکہ مواقع تو یہی ہیں زندگی کے کہ آپ جہاں بیٹھے ہیں، جس انداز میں بیٹھے ہیں، جس پوزیشن میں بیٹھے ہیں، اپنا ناطہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ لیں۔

آپ نے کبھی کسی بزنس مین کی رُوٹین دیکھی ہے؟ گاڑی میں بیٹھے ہیں تو مسلسل فون کیے جا رہے ہیں، کلائنٹ سے رابطہ نہیں ٹوٹتا، مسلسل رابطہ ہے۔ کھانا کھانے بیٹھیں گے پھر موبائل پہ بات چیت، سونے کے لیے بستر پر لیٹے ہیں پھر بھی موبائل پہ بات چیت اور پھر آپ دیکھیں کہ کمپرومائز بھی ہو جاتا ہے میاں بیوی میں، گھر والے بھی سمجھوتہ کر لیتے ہیں کہ اس کی تو تجارت ہے، اس نے تو یہ کام کرنا ہی ہے تو آپ دیکھیں ربّ نہیں کہتا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (الصف:10)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں بتاؤں تمہیں وہ تجارت جو تمہیں عذابِ الیم سے نجات دِلا دے''؟

کیا تجارت ہے جانتے ہیں؟

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (الصف:10)

''اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو''۔

ہم یہاں بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہوئے، سنتے ہوئے، لکھتے ہوئے، بولتے ہوئے، ہر کام کرتے ہوئے ہم اپنے ایمان میں یا تو اضافہ کر سکتے ہیں یا کمی۔ جب آپ اُٹھیں گے، باہر جائیں گے، تب بھی آپ کے پاس یہی وقت ہے، یہی موقع ہے، یہی گھڑیاں پھر وقت ختم ہو جائے گا۔ جس وقت آپ باہر سے آئے تھے، راستے میں آپ کے پاس جو وقت تھا، آپ کا یہاں تک چل کے آنا، وہ وقت تو ختم ہو گیا، چاہتے تو ذکر کر لیتے، منٹ منٹ سے فائدہ اُٹھا لیتے اور اگر نہیں چاہا تو پھر فائدہ نہیں اٹھایا تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے زندگی خانوں میں بانٹ رکھی ہے کہ اتنی دیر تک تو ہم ایمان حاصل کر سکتے ہیں باقی زندگی میں نہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایمانی زندگی کے بارے میں نقشہ واضح نہیں ہے، ربنا اللہ کی بات واضح نہیں ہے اور آج ہم ربنا اللہ کی بات سیکھیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

ابھی ہم بات کر رہے تھے سوچ کی کہ انسان اپنی سوچ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑتا ہے، کسی بھی لمحے میں، عین سوتے ہوئے، اٹھتے ہوئے، کھانا کھاتے ہوئے، کہیں جاتے ہوئے، مجلس میں بیٹھتے ہوئے، بازار جاتے ہوئے، کوئی چیز خریدتے ہوئے، کھانا بناتے ہوئے، کپڑے دھوتے ہوئے، زندگی کا کوئی بھی کام کرتے ہوئے، کوئی بزنس کر رہا ہے، کوئی اور کام کر رہا ہے، غرض زندگی کے لمحے لمحے میں اللہ تعالیٰ نے ایک دولت ہمیں دے رکھی ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے ماضی کا وہ کون سا لمحہ ہے جہاں عقل آپ کے پاس موجود نہیں تھی؟ کیا کوئی ایسا لمحہ یاد ہے جب آپ کے پاس عقل نہیں تھی؟ عقل تو بچپن میں بھی تھی لیکن mature نہیں تھی۔ دیکھیں لمحے لمحے میں جب عقل موجود ہے تو پھر عقل کے مطابق فیصلہ بھی تو موجود رہنا چاہئے۔ ہر لمحے یہ decision کیوں نہیں موجود تھا؟ آپ بتائیں

گے کہ کیوں نہیں ہوتا؟ غفلت بنیادی خرابی ہے۔

عقل کے ساتھ غفلت کی میچنگ نہیں ہے۔ جہاں عقل ہو وہاں جب غفلت آتی ہے تو عقل کو ڈھانپ دیتی ہے، پھر وہ لمحہ ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر لمحے منٹوں میں، منٹ گھنٹوں میں، گھنٹے دنوں میں، دِن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں اور سالوں میں اور سال پوری زندگی میں بدلتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یہ بتایئے کہ ایمان کے مواقع کون کون سے ہیں؟ کہاں کہاں پر ربنا اللہ کی بات ہونی چاہیے؟ کس کس لمحے پہ؟ اور کیوں نہیں ہونی چاہیے؟ کیونکہ عملاً جو صورتحال ہے وہ یہ کہ اگر ہم ایک گھنٹے میں سو خانے بنائیں تو کوئی کوئی خانہ بھرا ہوا ہوگا اور باقی خالی۔ کیوں؟ کہیں کہیں سوچا ہے، باقی سوچ سے ہی غافل ہو گئے، سوچ پر پردہ پڑ گیا، موقع ہی گیا۔ اب کیا کرنا ہے؟ اس کا فیصلہ ہی نہیں ہوا۔ ایمان تو لمحے لمحے کا Decision ہے کہ اس موقع پر میں نے اپنے ایمان میں کیسے اضافہ کرنا ہے؟ سب سے پہلی بات سوچ کی ہے، سوچ میں اگر ہر وقت ربنا اللہ کی بات رہتی ہے تو وہ بات پھر عمل میں بھی آتی ہے، پھر انسان جمتا ہے۔ پہلے سوچ جمتی ہے، سوچ نہیں جمے گی تو عمل نہیں ہوگا، کوئی سرگرمی ویسے نہیں ہوگی۔ جس کی سوچ جمی ہوئی ہے وہ تو ایک منٹ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہے گا۔

چلیں ایک منٹ کے بارے میں ہم سوچتے ہیں کہ ایک منٹ میں کوئی انسان کیا کام کر سکتا ہے؟ تسبیح ہو سکتی ہے۔ کتنا ذکر انسان کر سکتا ہے؟ آپ کر کے دیکھیں کہ ایک منٹ میں کتنا کام ہو سکتا ہے؟ انسان کتنی بار اللہ اکبر کہہ سکتا ہے؟ کتنی بار لا الہ الا اللہ کہہ سکتا ہے؟ کتنی بار سبحان اللہ کہہ سکتا ہے؟ یعنی کبھی ایک بات، کبھی دوسری، کبھی تیسری، کبھی چوتھی، پھر ایک بار کا سبحان اللہ کہنا انسان کے لیے کتنا مفید ہے یا نماز کے بعد 33 بار کا کہہ لینا کافی ہے؟ جب بھی آپ کہیں گے کیا کوئی فائدہ ہوگا؟ کیا اس بات پہ یقین ہے؟ ابھی کچا یقین ہے ورنہ پھر اس ایک منٹ سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی بجائے

خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، جانتے ہیں کیوں؟ کبھی سوچا نہیں۔ سوچ اس طرف جاتی ہی نہیں ہے، غفلت ہے اور پروگرام نہیں بنایا نہیں۔ ربنا اللہ کی بات جمی ہوئی نہیں ہے۔ جب ایک انسان کو پتہ ہو کہ میں جتنی بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح کروں، جتنی بار اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں، اتنی ہی بار میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور پکا رشتہ جڑتا چلا جائے گا، اتنا ہی مضبوط ہوگا، مجھے اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ قربت ملے گی اور اتنا ہی زیادہ میری منزل مجھ سے قریب آجائے گی تو انسان اس کے لیے اتنی زیادہ کوشش کرتا ہے۔

اب یہ تو بات ہے صرف ذکر کی۔ اگر دیکھیں تو ایک انسان ایک منٹ میں کوئی چھوٹا سا کام Manage کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر دو تین چیزیں اگر خراب پڑی ہوئی ہیں تو ان کو سیدھا کر کے رکھ سکتا ہے۔ ایک منٹ آپ کے پاس ہو تو سب لوگ لائنز سیدھی کر کے بیٹھ سکتے ہیں، ایک منٹ میں آپ کسی کو کلمۂ خیر بتا سکتے ہیں، کوئی اچھی بات بتا سکتے ہیں تو آپ کو ایک گھنٹے میں کتنے منٹ ملتے ہیں؟ ساٹھ اور ایک دن میں کتنے منٹ ملتے ہیں؟ اور اگر ان منٹس کو دیکھیں waste کتنے ہوتے ہیں؟ ایسا نہیں لگتا جیسے نل کا منہ کھلا ہوا ہو اور پانی مسلسل ضائع ہو رہا ہو تو زندگی ضائع ہو رہی ہے، وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے، یہ لمحے، یہ منٹس، یہ گھنٹے، یہ دن، یہ رات، یہ سب کچھ نکل رہا ہے۔ دیکھیں! اس وقت جتنی آپ کی عمر ہے، اتنا وقت نکل گیا اور آگے کا پتہ نہیں کہ کتنی عمر ملے گی تو وقت کی قدر کرنی ہے، اس لیے کہ ربنا اللہ پر جمنے کا وقت بہت تھوڑا ہے۔ ربنا اللہ کا ثبوت دینے کا وقت بہت تھوڑا ہے۔ آج گہرا ثبوت دیں گے تب کل کی جنت ہمیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

”یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، پھر اس پر جم گئے“۔

آپ دیکھیں کہ جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ کیسے جم سکتے ہیں؟ ہر

سرگرمی، ہر activity میں؟ آپ کی زندگی کی کون کون سی activities ہیں؟ کیا کچھ کرتے ہیں دن میں؟ صبح سب سے پہلے کیا کرتے ہیں؟ جاگتے ہیں۔ جاگنے کی activity کو آپ ربّ کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں؟ اس وقت ربّ کے ساتھ آپ کیسے جڑتے ہیں؟ دُعا پڑھ کے، پھر آپ اٹھتے ہیں، واش روم جاتے ہیں، یہ بھی ایک سرگرمی ہے، دُعا کے توسط سے ربّ کے ساتھ جڑ سکتے ہیں، پھر دیکھئے تو آپ وضو سے جڑتے ہیں، نماز سے جڑتے ہیں، قرآن سے جڑتے ہیں۔ دنیا کی کوئی سرگرمی بھی ہے مثلاً آپ نے ناشتہ بنانا ہے یا ناشتہ کرنا ہے، آپ اس وقت بھی جڑ سکتے ہیں یعنی یہ مسلسل کوشش ہے۔

آپ یہ ذہن میں رکھئے گا کہ جس وقت بھی Discontinuity آئے گی، پچھلا چھوٹ جائے گا، اگلا پاس نہیں ہے، پھر نہ پچھلا پکڑا جا رہا ہے نہ اگلا۔ جیسے سانس ہے ناں! ہمارے ہر سانس کے ساتھ اگلا سانس جڑا ہوا ہے۔ اگلے سانس کے ساتھ پچھلے سانس کا سلسلہ کٹ جائے پھر کیا ہوگا؟ Death۔ اتنی آسانی سے death ہو جاتی ہے، سانس کی ڈور ٹوٹی اور زندگی گئی۔ ایسے ہی جس وقت جس لمحے میں ایک انسان ربّ سے نہیں جڑتا، رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، کٹ جاتا ہے۔ ایک بار تسلسل ٹوٹ گیا، اب اس کو جوڑنا اس قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ جو انسان گھبراتا ہے ناں، پریشان ہوتا ہے، ٹینس ہوتا ہے، اس کو پتہ نہیں چلتا اب کیا کروں؟ سمجھ نہیں آتی، حیران و پریشان جیسے ایک انسان اپنے ساز و سامان کے ساتھ صحرا میں جائے اور سب کچھ گم ہو جائے اور وہ حیران و پریشان کھڑا رہ جائے، کوئی نہ ساتھی ہو، نہ ساز و سامان ہو، بالکل ایسی کیفیت ہو جاتی ہے جس وقت انسان کی سوچ کا رشتہ ربّ سے جڑا ہوا نہیں رہ جاتا۔ اس کو پھر سمجھ نہیں آتی اب کیا کروں؟ آپ دیکھیں ایک دن میں کتنی بار یہ رشتہ کٹتا ہے؟ پھر ایمان میں ترقی کیسے ہو؟ پھر وَزِدْنَاهُمْ هُدًى والی بات کہاں سے آئے؟ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ کیسے ہو؟ پھر انسان کی ہر سرگرمی میں ربنا اللہ نظر

آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑنا ہے، اپنی سوچ کے ساتھ، اپنی ہر سرگرمی میں۔ کہیں بھی غافل نہیں ہونا، نہ چلتے ہوئے، نہ بات کرتے ہوئے، نہ بیٹھے ہوئے، نہ لیٹے ہوئے، نہ کھانا کھاتے ہوئے، نہ مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہوئے، کہیں بھی سوچ ٹوٹے نہیں، سوچ کا ساتھ چھوٹے نہیں۔ یہی ربنا اللہ کہنے والے کی زندگی ہے۔ جوگی جہلمی کہتا ہے ؎

نہ مال نال زندگی نہ زال نال زندگی
خیال نال موت تے خیال نال زندگی

ایمانی زندگی خیال سے جڑی ہوئی ہے، سوچ سے جب سوچ کا ناطہ ٹوٹتا ہے تو انسان کے عمل بھی کٹے پھٹے ہو جاتے ہیں، کبھی اچھے ہو گئے کبھی برے ہو گئے کیونکہ push کرنے والی پاور نہیں ہے، وہ قوت نہیں ہے جس کی وجہ سے ایک انسان ایمان پہ برقرار رہتا ہے۔

پھر آپ یہ دیکھیں کہ انسان زندگی ایک طریقے سے گزارنا چاہتا ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے وہ ہو نہیں پاتا، اس کے مقابلے میں کچھ اور ہو جاتا ہے، تقدیر غالب آ جاتی ہے۔ مثلاً ایک انسان چاہتا ہے کہ میں بہت مال کماؤں تو اس سے بہت تو دُور کی بات ہے تھوڑا بھی نہیں کمایا جاتا۔ ایسے موقع پر جب ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ میں معاشرے میں عزت حاصل کروں، کوئی انسان یہ چاہتا ہے کہ میں دوسروں کی محبت حاصل کروں، کوئی انسان یہ چاہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے بہت تعلق بناؤں، اس کے لیے بہت کام کروں، پھر رکاوٹ آ جاتی ہے۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ ایک انسان کو ناموافق حالات میں جینا پڑتا ہے یعنی اپنے مزاج کے مطابق کچھ نہیں ہے، اپنا پلان شدہ نہیں ہے۔ اس پر کچھ اور طرح کے حالات غالب آ جاتے ہیں۔ جب تک انسان سیدھا چلتا رہتا ہے تو اس کے لیے آسانی رہتی ہے، وہ بھی کہتا ہے سب ٹھیک ہے، ایسا لگتا ہے ایمان بالکل اچھا جا رہا ہے۔ ایمان کا پتہ رکاوٹ

سے لگتا ہے، جہاں کہیں رکاوٹ آئی اب انسان کیسا ہے؟ اب انسان اچھا تب ہو سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے۔ صبح وشام کے اذکار میں ایک انسان کتنی بار کہتا ہے:

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا (ابوداؤد: 5072)

''میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر راضی ہو گیا''۔

اللہ تعالیٰ ہی تقدیر بنانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان حالات میں رکھنے والا ہے، پھر راضی کیوں نہیں ہوتے؟ جانتے ہیں کیوں؟ ہمارے دل کی رضا رب کی رضا سے match نہیں ہوتی۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں جن کے ساتھ ہماری ذہنی ہم آہنگی ہوتی ہے، ہم ان لوگوں کے درمیان بیٹھ کے خوش ہوتے ہیں اور جہاں ہم آہنگی نہیں ہوتی وہاں ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم دلیل کے ذریعے سے دوسروں کو اپنا ہم آہنگ کر لیں یا دوسرے ہمیں اپنا ہم آہنگ کر لیں۔ جہاں بالکل ہم آہنگی نہیں ہوتی وہاں پھر کیا ہوتا ہے؟ تعلق رہتا ہے؟ نہیں۔ اسی طرح آپ دیکھیں کہ جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی نہیں ہوتا، تعلق نہیں رہتا، تعلق کٹ جاتا ہے تو رضیت باللہ ربا محض کہنا نہیں، اس کو برتنا بہت ضروری ہے، کہنا بھی اور برتنا بھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر راضی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر انسان راضی کیسے ہوتا ہے؟ مثلاً کسی خاتون کا baby آنے والا ہے۔ ڈاکٹرز نے الٹرا ساؤنڈ کیا اور کہا آپ کا بیٹا ہوگا۔ پہلے چھ بیٹیاں ہیں، جب بچہ پیدا ہوا تو پتہ چلا ساتویں بھی بیٹی آ گئی۔ پھر کیا رضیت باللہ ربا والی بات نظر آتی ہے کہ 'میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہو گیا'؟ کیا اختیار ہے کسی کا بیٹی پر یا بیٹے پر؟ کوئی کہتا ہے کہ پھر ڈاکٹرز نے کیوں بتایا تھا کہ یہ بیٹا ہے، ہمیں پہلے سے ہی پتہ ہوتا۔ ایک ربّ پر یقین رکھنے والا شخص کیسے اپنی ڈور ربّ کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ

کی مرضی، جیسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

اسی طرح دیکھیں تو مسلمان جب کسی کی وفات کے موقع پر آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو کیا پیغام دیتے ہیں؟ ''اللہ تعالیٰ کی مرضی'' اور سارے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ غم اور صدمہ تو اپنی جگہ پر ہے لیکن کم از کم وہ ذہنی کشمکش تو گئی کہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو کیا؟ تقدیر پر ایمان انسان کو ذہنی انتشار، کشمکش، اندر کی جنگ اور اللہ تعالیٰ کے تعلق کے کٹ جانے سے بچالیتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ سب سے مشکل ایمان تقدیر پر ایمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا اس پر انسان راضی ہو جائے۔ جب ہم پڑھتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

''یقیناً جن لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے''۔

ہر ایک خوش ہو جاتا ہے کہ ہم بھی تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ بھئی یہ صرف زبان سے کہنا نہیں ہے، یہ تو عمل کی پکار ہے کہ جب کوئی صورتحال پیش آئی کیا اس وقت ہمارے طرزِ عمل نے یہ ثابت کیا کہ 'ربنا اللہ' اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے'؟ اس وقت تو کچھ اور ثابت ہو گیا، اس وقت تو پتہ چلا کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر یوں ہو جاتا۔ جس نے 'اگر' کہا، وہ کون ہے؟ وہ بڑا ہو گیا ناں! اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مقابلے میں 'اگر' کو لے آیا۔ کیا آپ کے پاس زیادہ عقل ہے؟ زیادہ شعور ہے؟ کیا ربّ نہیں جانتا کہ اس موقع پر کیا ہونا چاہیے؟ ایک انسان یہ کہتا ہے کہ ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ اس وقت جو ہمارا نقصان ہوا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے؟ ہم برباد ہو گئے تو ہماری بربادی میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے؟ ہمیں تو اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ اس کو یہی ناسمجھی تقدیر پر ایمان نہیں لانے دیتی اور اللہ تعالیٰ سے اس کا رشتہ جوڑنے نہیں دیتی۔

یہ دوسرا انسان ہے جس کا نقصان ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی،

میں نے تو پوری کوشش کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی ۔ وہ پھر کوشش کرتا ہے، پھر آگے بڑھتا ہے اور پھر ہو سکتا ہے کہ کچھ مدت بعد اسے حکمت کا پتہ چل جائے اور ہو سکتا ہے کہ ساری زندگی پتہ نہ چلے لیکن تقدیر پر ایمان کی کیا ہی بات ہے! یہ انسان کو ایسے کھڑا کر دیتا ہے کہ گرنے نہیں دیتا، مایوس نہیں ہونے دیتا۔

ایک دس بچوں کی ماں کہتی ہے کہ میرے شوہر کی death ہو گئی، اس میں کیا حکمت ہے؟ میرے بچوں کا اب کیا بنے گا؟ وہ ماں بچوں کو آخر کہاں سے لائی؟ کیا اس کی قدرت تھی؟ کیا اس کا اختیار تھا؟ پھر ان بچوں کا رزق کیا وہ پیدا کرتی رہی ہے؟ بچوں کی تخلیق میں اس کا کیا حصہ ہے؟ اس کو تو ایک ذریعہ بنایا گیا، اس کا اپنا کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، جو خالق ہے وہی رازق ہے اور اگر وہی ماں یہ کہتی ہے کہ وہ ہے رزق دینے والا، مجھے معلوم نہیں ہے کہ کیسے یہ ہوگا؟ لیکن وہ اسباب پیدا کرے گا انشاء اللہ اور اپنی طرف سے کوشش کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں۔ اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ ماں ساری زندگی سکون میں رہے گی جس کے شوہر کی وفات ہو گئی اور اسے بچے سنبھالنے پڑے اور وہ حکمت نہیں سمجھ سکی کہ پتہ نہیں میرے شوہر کا اس موقع پر کیوں انتقال ہو گیا یا وہ ماں جسے حکمت سمجھ نہیں آئی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر راضی ہو گئی کہ ٹھیک ہے یہ مالک کا فیصلہ ہے، اس پر سرِ تسلیم خم ہے؟ کون فائدے میں ہے؟ کام تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ فائدے میں کون ہے؟ تقدیر پر ایمان لانے والا یا تقدیر پر ایمان نہ لانے والا؟ ایمان لانے والا کیونکہ اس موقع پر جب وہ نقصان میں ہے، دُکھ میں ہے، جب وہ محروم ہے، اس کا عمل کیا ثابت کرتا ہے؟ ربنا اللہ ''اللہ تعالیٰ میرا ربّ ہے'' اور رضیت باللہ ربا ''میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر راضی ہو گیا''۔ یہی استقامت ہے۔ اسی رویے سے استقامت پیدا ہوتی ہے۔ آپ دیکھیے گا ان کا بڑا گہرا تعلق ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

قول کیا ہے؟ ربنا اللہ اور عمل کیا ہے؟ استقامت۔قول سے ہی استقامت آتی ہے لیکن یہ قول کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ذہن میں، دل میں، سوچ۔ یہ سوچ انسان کو آگے لے جاتی ہے۔ یہ قول ہی عقیدہ ہے۔ عقیدہ عقد سے ہے۔ عقد کسے کہتے ہیں؟ مضبوط گرہ۔ جو انسان یہ بات کہتا ہے، جس کے ذہن میں یہ بات جم گئی وہ اللہ تعالیٰ پر عقیدہ رکھنے والا ہے، اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق جڑا ہوا ہے۔ ربّ العزت کیا فرماتے ہیں؟ اس ربنا اللہ کے ساتھ استقامت انسان کو کیا دیتی ہے؟

فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

"نہ ان کے لیے کوئی خوف ہوگا نہ غم"۔

خوف کس چیز کا ہوتا ہے؟ مستقبل کا۔ مستقبل کا اندیشہ نہیں ہے، دھڑکا نہیں ہے اور غم کس کا ہوتا ہے؟ ماضی کا، حزن بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں جس کی زندگی غم اور خوف سے بے نیاز ہوگئی، وہ تو بڑی متوازن شخصیت ہے۔ انسان کو زندگی میں کون سی چیز تباہ و برباد کرتی ہے؟ یہی غم، یہی خوف، تو کتنا بڑا صلہ ہے ربنا اللہ کہنے کا! آپ بس ایک چیز سیکھ لیں، زندگی میں، ہر سوچ میں، ہر activity میں، ہر سرگرمی میں ایک بات، بس ایک کام سیکھ لیں۔ کتنے الفاظ ہیں یہ؟ دو، ربنا اللہ "ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے"۔ اس نے پیدا کیا، اس نے تقدیر مقرر کی ہے، وہی ہم پر مہربان ہے، اسی نے جان قبض کرنی ہے۔ ربنا اللہ "اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے"۔

اسی سے استقامت آتی ہے۔

اسی سے خوف دور ہوتا ہے۔

اسی سے غم دور ہوتے ہیں۔

اسی سے انسان جنت کے راستے پہ چلتا ہے۔

اسی سے انسان کو رب کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔

ایسے ہی شخص کو جنت کا مہمان بنایا جائے گا۔

جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشی چاہتا ہے۔ اس لیے وہ جو فیصلے بھی کرے گا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرے گا۔ وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق چلائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور ہدایت سے فائدہ حاصل کرے گا۔ پھر آپ دیکھیں جو کہتا ہے ربنا اللہ وہ ایک اور بات کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ چاند نکلنے کی دُعا ذرا ذہن میں لایئے، انسان کیا کہتا ہے؟

رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللہ (ترمذی: 3415)

''میرا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تیرا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے''۔

کائنات اور انسان مربوط ہو جاتے ہیں کہ اس کائنات میں بھی وہی قانون چل رہا ہے اور مجھ چھوٹے سے حقیر سے انسان پر بھی اسی کا قانون چل رہا ہے کہ تم تو پیدائشی اسی بات کے قائل ہو، تمہاری تو پیدائش ہی اس پر ہوئی ہے، تم تو اس دائرے سے نکل ہی نہیں سکتے، خوش قسمت ہو لیکن میں نے اپنی عقل سے وحی الٰہی سے یہ پالیا اور اس پر میں جم گیا

رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللہ

''میرا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے''۔

کائنات سے بھی اتنی گائیڈ لائن ملتی ہے، انسان سوچتا ہے، غور کرتا ہے کہ چاند تو اپنے دائرے سے کبھی نہیں نکلتا، وہ تو ہر دم اللہ تعالیٰ کی ہی مانتا ہے، سورج بھی نہیں نکلتا۔ پھر آپ دیکھیں کہ ستارے، سیارے، کہکشائیں [galaxies]، زمین، سمندر، دریا اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، کچھ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دائرے سے نکل جائے تو آپ دیکھیں کہ کائنات سے انسان کیا اصول اخذ کرتا ہے؟ کہ کائنات کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

کائنات میں اُس کا قانون چل رہا ہے۔لہٰذا ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ہی قانون لیں گے، ہم بھی اس کی مرضی کے مطابق چلیں گے۔ پھر اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟ یہ ربنا اللہ کہنا صرف ذہنی اور زبانی بات نہیں ہوگی، یہ زندگی کا نظام ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ زندگی کا نظام ہے کہ زندگی کا کوئی پہلو پھر اس سے الگ نہیں ہے۔اس میں آپ دیکھئے گا کہ پہلی شرط کیا ہے؟

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم ہو گئے''۔

جم جانا کیا ہے؟ کون سی چیز جمتی ہے اور کون سی نہیں جمتی؟ انسان کو کون سی چیز جماتی ہے؟ جس چیز پر اُس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔جس چیز کے بارے میں انسان کو کوئی شک نہیں رہتا اس پر انسان کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے، دل جم جاتا ہے اور اگر اندر شک ہو پھر کیا ہوتا ہے؟ ایک انسان کا ذہن اسے قبول ہی نہیں کرتا، وہ اندر سے ہلا ہی رہتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ کبھی ایمان پر قائم نہیں رہ سکتا۔اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ عقیدے پر زور دیا ہے کہ جو عقیدے پر جما ہوا ہے وہی دراصل اسلامی طرزِ زندگی پر جما ہوا ہے اور وہی جم سکتا ہے۔

ایمانی زندگی میں انسان کو کیا کیا مراحل پیش آتے ہیں؟ جیسے فرض کریں کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، ایک اس کتاب کے مطابق فیصلے ہیں اور ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق بات ہے اطاعت کی۔اب جس وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کوئی فیصلہ ہوتا ہے اور انسان کا دل جمتا نہیں ہے تو کیا وہ ایمان پر قائم ہے؟ ایمان پر قائم نہیں ہے۔اس دل کے نہ جمنے کے پیچھے کیا ہے؟ شک، بے یقینی، بدگمانی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جو انسان بدگمانی والی زندگی رکھتا ہے، اس کا کوئی ایمان نہیں، اس کا ایمان تو لمحے لمحے ضائع ہوتا رہے گا۔ایک

بدگمانی ختم ہوئی، اس نے اگلی بدگمانی پال لینی ہے، پھر وہ ختم ہوگی، پھر اگلی بدگمانی لے لے گا کیونکہ اندر خراب ہے، اندر بدگمانی کو قبول کرتا ہے، درست گمان رکھ نہیں سکتا، صحیح گمان کو Accept کر نہیں سکتا۔ جس کے اندر ماننے کی صلاحیت نہیں ہے اس کے اندر استقامت کہاں سے آئے گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

''پھر وہ اس پر جم گئے''۔

یعنی ان کا دل، ان کا نفس اس پر مطمئن ہوگیا، ان کے خیالات جم گئے، ان کے تصورات جم گئے یعنی اندر ذہن بالکل مطمئن ہوگیا۔ اطمینان کب آتا ہے؟ جب اضطراب ختم ہوجاتا ہے، جب شک ختم ہوجاتا ہے، جب دوسری دلچسپیاں ختم ہوجاتی ہیں، جب دوسری Attractions ختم ہوجاتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان سمجھتا ہے کہ میں ایمان پر جما ہوا ہوں لیکن نہ وہ اپنی دلچسپیوں کا کچھ کرتا ہے، نہ اپنی attractions کا کچھ کرتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ دلچسپیاں attractions اُسے گھسیٹ کر دوسری طرف لے جاتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ استقامت کے لیے دلچسپیوں کا رُخ موڑنا ہے، استقامت کے لیے attractions کا رُخ موڑنا ہے۔ استقامت کے لیے ایک انسان کو اپنے اندر کے اضطراب کو ختم کرنا ہے، شک کو ختم کرنا ہے۔

زندگی میں ہر انسان کے کچھ میلانات ہوتے ہیں، کچھ رجحانات ہوتے ہیں تو ایمان سے پہلے انسان کا میلان اگر اچھا نہیں ہے اور وہ چاہے کہ ان میلانات کے ساتھ ایمانی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا رہے تو نہیں ڈھال سکتا۔ انسان کے trends، اُس کے اندر کا جو میلان ہے، اگر وہ رجحانات، میلانات نہیں بدلے تو انسان نہیں بدلے گا، اُس کے اندر استقامت نہیں آئے گی۔ آپ کا میلان کیا ہے؟ آپ کی دلچسپیاں کیا ہیں؟ آپ کے شوق

کیا ہیں؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر ایک کو کچھ عرصہ پہلے تک کی اپنی اپنی خرابیوں کی لسٹ بنانی چاہیے، اب اس کا رُخ ٹھیک ہو گیا ہوگا لیکن کہیں نہ کہیں وہ اندر دفن ضرور ہوں گی، وقت آنے پر وہ پھر اُبھر کر سامنے آجائیں گی۔

آپ کو زندگی میں سب سے زیادہ شوق کس بات کا رہا؟ آپ کے شوق، دلچسپیاں، میلانات، رجحانات۔ آپ کو کن کن باتوں پر شک رہا؟ آج بھی کون سے شکوک موجود ہیں؟ اپنی دلچسپیاں لکھئے تو آپ یہ دیکھیں گے کہ جتنا جتنا آپ کی دلچسپیوں، آپ کے میلانات، آپ کے رجحانات کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے گا، اتنا ہی آپ جھک جائیں گے، آپ اسے اللہ تعالیٰ کو سونپ دیں گے، اتنا زیادہ آپ ایمان پر جم جائیں گے۔ اگر آپ کوئی مثال دیں گے تو اس کو ہم سمجھتے ہوئے آگے بڑھیں گے کہ دلچسپی کا رُخ کیسے موڑا جاتا ہے؟

طالبہ: ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق ہے۔

استاذہ: اس دلچسپی کا رُخ کیسے مڑ سکتا ہے؟ ڈائجسٹ کی بجائے وہ کیا پڑھے؟ اب اگر آپ کہیں گے کہ وہ قرآن پڑھے تو قرآن تو وہ پڑھ رہا ہے لیکن اس کے اندر بہت کچھ اور پڑھنے کی دلچسپی ہے یعنی وہ لٹریچر بہت پڑھ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھا لٹریچر، اچھی چیزیں اس کے مقابلے میں پڑھے تو یہ دلچسپی کا رُخ مڑ گیا۔ یعنی آپ نے اس بنیادی Interest کو ختم نہیں کیا، یہ امالہ ہے یعنی رُخ موڑ دینا۔

طالبہ: اگر کسی کو Interior Decoration سے بہت دِلچسپی ہو۔

استاذہ: دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک تو یہ کہ اپنا اندر زیادہ سجانے کی کوشش کریں یعنی ہر چیز Proper fit in کریں، اپنے اندر بھی اور دوسروں کے اندر بھی۔ جیسے شیطان برے اعمال کی تزئین کرتا ہے ایسے ہی اپنے ذمے لے لیں کہ لوگوں کے interior کو زیادہ اچھا decorate کرنا ہے اچھی صفات سے، اچھے اخلاق

سے۔اس کے لیے مسلسل سوچیں کہ کیا چیز کیسے ڈیکوریٹ کی جا سکتی ہے؟ کون سے رویے؟
مجھے ذاتی طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو ذاتی رویے بھی بہت متاثر کرتے ہیں
کہ اس بات کو ایسے نہیں بلکہ ایسے کہنا چاہیے تھا۔ یہ کام تو اب آپ کے ذمے ہے
کہ جتنے بھی افراد پر بس چلتا ہے ان کو اچھا بولنا سکھائیں Soft spoken کیسے
بنایا جا سکتا ہے؟ اس بارے میں سوچیں۔ پھر اردگرد والوں کو گائیڈ بھی کرتے رہیں
تو لوگوں کو آپ اچھے رویے سکھائیں گی، آپ ان کی تزئین کریں گی۔ یہ زیادہ
خوبصورت کام ہے کیونکہ یہ تو چلتی پھرتی ڈیکوریشن ہے۔ جہاں جہاں جائیں گے
وہاں کا سارا ماحول ڈیکوریٹ کر دیں گے اور ایک گھر ڈیکوریٹ ہوتا ہے تو صرف
اُسی ایک گھر کے افراد فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں ایک فرد کے
Internally ڈیکوریٹ ہونے سے اور اس کے رویے میں تبدیلی آنے سے معاشرے
سنورتے ہیں، نسلیں سنور جاتی ہیں۔ آپ بتایئے زیادہ فائدہ مند کام کون سا ہے؟
دوسرا طریقہ کار کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے دین کے جو مراکز ہیں، جہاں پر لوگ رہتے
ہیں، ان جگہوں کو ڈیکوریٹ کرنے کی کوشش کریں۔اس کام کا جب آپ آغاز
کریں گے تو محسوس کریں گے کہ آپ کو طمانیت ملنا شروع ہو گئی ہے، پھر آپ اپنے
آپ کو خالی خالی محسوس نہیں کریں گے، پھر جہاں کہیں آپ کو Disinterest
نظر آئے گا، وہ Interest میں بدل جائے گا۔

طالبہ: اگر ٹی وی دیکھنے کا شوق ہو تو۔

استاذہ: اپنے اور لوگوں کے دیکھنے کے لیے اچھے پروگرامز کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ مثال
کے طور پر اللہ تعالیٰ کی اس کائنات پر غور و فکر کے حوالے سے ٹی وی پہ، میڈیا پہ کیا
کچھ موجود نہیں ہے؟ آپ ایسا کر سکتی ہیں کہ ان scenes کو catch کر لیں جن

کو پھر پروجیکٹر کے ذریعے ہم دوسروں کو دِکھا سکتے ہیں اور ایسے scenes کی اگر آپ سلائیڈز بنالیں، ان میں آیات فٹ کرلیں تو ان کو ہم release بھی کر سکتے ہیں، دوسروں تک پہنچا بھی سکتے ہیں تو آپ دیکھیں گے تو بہت کچھ لیکن ہر سین میں آپ اپنے رب کو ہی دیکھیں گے اور پھر کتنا اچھا لگے گا کہ آپ نے اپنی دلچسپی کا رُخ موڑ دیا، یوں آپ خود کو بہتر محسوس کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: پینٹنگز کا شوق ہے۔

استاذہ: اس کا تو بڑا آسان حل ہے کہ قدرتی مناظر [natural scenes] بھی پینٹ ہو سکتے ہیں۔ آیات کو بھی پینٹ کیا جا سکتا ہے، ان کو اچھی جگہوں پہ بھی ڈیکوریٹ کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے لیکن انسان کو ترجیحات کا تعین ضرور کرنا چاہیے کہ وقت کتنا ہے اور کتنا وقت اپنے اس انٹرسٹ کے لیے لگانا چاہیے۔

طالبہ: ٹیلی کمیونیکیشنز اور کمپیوٹر میں interest ہو تو۔

استاذہ: آپ کو تو فوراً فوراً انیٹ کے حوالے سے کام کرنا چاہیے۔ آپ کو تو بہت اچھے مواقع مل سکتے ہیں جن کی وجہ سے دور بیٹھے لوگوں تک آپ حق بات کو پہنچا سکتی ہیں تو اپنے اس Interest کو استعمال کریں۔ اسی طرح ویب سائٹ کے ذریعے۔

طالبہ: famous perrsonalities کے بارے میں جاننے کا شوق ہے۔

استاذہ: سب سے زیادہ famous personalities انبیاء علیہم السلام کی ہیں۔ آپ انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے زیادہ پڑھ سکتے ہیں، زیادہ معلومات اکٹھی کر سکتے ہیں، ان کی خاص خاص باتیں مثال کے طور پر قرآن حکیم سے اس وقت ہم ایک پروجیکٹ لے کر چلنا چاہتے ہیں جیسے تعلیم القرآن میں جو ہم نے انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے

پڑھا اس کو بچوں کے لیے بھی اور بڑوں کے لیے بھی قصص الانبیاء کی form میں ایک subject کے طور پر launch کرنا چاہتے ہیں تو قصص الانبیاء پہ آپ کام کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کے بارے میں لکھنا بھی اور اس کے بارے میں پڑھنا بھی اور اس کو اور لوگوں کے لیے بھی مفید بنانا۔ یعنی اب خود بھی پڑھنا ہے، سننا ہے اور دوسروں کے لیے بھی اس کو تیار کرنا ہے تو دیکھیں کہ اس Interest کی وجہ سے بچوں کے لیے کتنا کچھ سامنے لایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حیاتِ صحابہ اور حیاتِ صحابیات رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جاننا اور وہ لوگ جنہوں نے زندگی میں ربّ سے زیادہ تعلق جوڑا، کتنے ہی ایسے فیلڈز ہیں جن میں آپ کام کر سکتے ہیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ربّ کے ساتھ زیادہ اچھا تعلق جوڑا، ان کے بارے میں جان کر کہ کس طرح ان کی زندگی میں تبدیلی آئی؟ یوں آپ دوسروں کے لیے بھی سہولت پیدا کر سکتے ہیں تو اپنے انٹرسٹ کا رُخ موڑ کر، اس کو استعمال کر کے زیادہ اچھے طریقے سے دوسروں کے لیے سہولت پیدا کریں۔

اب آپ یہ دیکھیں کہ اس میں جمنے کی بات کیا ہے؟ اب پہلے تو صرف Interest تھا، محض دلچسپی تھی اور خالی اُڑی اُڑی بات تھی اور اب آپ نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ہو سکتا ہے کہ بہت ساری کتابیں سامنے آ جائیں، ہو سکتا ہے کہ بہت سارا مواد سی ڈی پہ سامنے آ جائے، ہو سکتا ہے کہ بہت سارا مواد ایسا ہو جو کسی اور شکل میں سامنے آ جائے تو آپ کی تو زندگی کی ایک لائن متعین ہو گئی۔ اس فیلڈ کے حوالے سے آپ کام کریں گے تو آپ کا دل بہت لگے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہو گا۔

طالبہ: کپڑے بنانے اور پہننے کا بہت شوق ہے۔

استاذہ: یہ تو شفٹنگ کرنی پڑے گی۔ آپ اپنے اس Interest کو shift کریں۔ ہر کام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جب اجر کی توقع رکھیں تو جنت کے لباس کو ضرور سوچیں کہ وہاں پر کیسا لباس اس کے نتیجے میں ملے گا، جس کو ڈیزائن بھی نہیں کرانا پڑے گا، choose بھی نہیں کرنا پڑے گا، میرے ذہن کی سوچ سے بھی بہت زیادہ آگے خوبصورت لباس مجھے ملے گا۔ آپ اس طرح سے اپنے انٹرسٹ کو شفٹ کر سکتی ہیں۔

طالبہ: International affairs اور scientific researches کے بارے میں پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔

استاذہ: جب آپ اس کو پڑھیں تو اس میں سے مواد نکالیں۔ قرآنِ مجید کے جن حصوں سے جو چیزیں Relevent ہیں، ان کی کٹنگ نکالیں اور سب لوگوں کے فائدے کے لیے فائل بنالیں۔ اگر main catalogue بنالیں تو آئندہ قرآن پڑھانے والے اور پڑھنے والے اس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان چیزوں کو نیٹ سے بھی آپ نکال سکتی ہیں، کتابوں سے بھی۔ وہ چیزیں آپ note down بھی کر سکتی ہیں، فوٹو کاپی بھی کرا سکتی ہیں لیکن آیات کے لحاظ سے اگر آپ اس کو دیکھتی ہیں تو وہ آپ کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔

طالبہ: نیٹ کے ذریعے فرینڈز سے باتیں کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔

استاذہ: اس کو آپ شفٹ کر سکتی ہیں کہ آپ اسی دوران ربّ کی باتیں کریں۔ نیٹ کلاسز کا جیسے آغاز ہو چکا الحمدللہ تو آپ کی یہ صلاحیت استعمال ہو سکتی ہے کہ آپ net students کو deal کریں۔ یوں آپ کی بہت سی فرینڈز بھی بن جائیں گی اور ان سے بات چیت بھی رہے گی لیکن ہر جگہ ربنا اللہ کی بات ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: میوزک سننا اچھا لگتا ہے۔

استاذہ: میوزک سننے والوں کو یا میوزک سے انٹرسٹ رکھنے والوں کو قرآنِ مجید مختلف قراء کی آواز میں سننا چاہیے، بہت زیادہ تسکین ہوتی ہے۔اسی طرح بہت خوبصورت poems اللہ تعالیٰ سے تعلق کو جوڑنے والی سننی چاہئیں۔آپ ان چیزوں کو دوسروں کے فائدے کے لیے سامنے بھی لا سکتے ہیں۔مثال کے طور پر اگر آپ اس حوالے سے کام کریں تو بہت سارے ایسے قراء ہیں جن سے ابھی تک لوگ واقف نہیں ہیں تو ان کی تلاوت کو ہم لوگوں کے لیے باقاعدہ ریکارڈ کر کے بھی پیش کر سکتے ہیں تو یوں آپ کی صلاحیت سے لوگوں کو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح خود تلاوت سنا کریں، یہ آپ کے لیے بڑی مفید ہو سکتی ہے،آپ کی رُوح کے تاروں کو وہ چھیڑے گی، touch کرے گی اور آپ کا خیال ادھر ادھر نہیں جائے گا۔

طالبہ: Horrors CDs دیکھنا پسند ہے۔

استاذہ: آپ قیامت کے حالات پڑھا کریں،اس سے زیادہ Horror والی کوئی بات نہیں ہو سکتی اور یہ کہ مختلف مناظر ہیں جیسے volcanos کے حوالے سے سائنس پہ چیزیں مل جاتی ہیں،اسی طرح بہت سارے تباہی کے واقعات ہیں ان کو قرآنِ حکیم سے Corelate کر کے پڑھیں اور اس سے اللہ تعالیٰ جو سبق دینا چاہتے ہیں وہ سبق آپ حاصل کریں گے تو بہت مفید ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: باتیں کرنے کا بہت شوق ہے۔

استاذہ: جن لوگوں کو باتیں کرنے کا بہت شوق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں بہت کیا کریں۔

دعوت کا کام کیا کریں اور لوگوں تک اس بات کو پہنچائیں۔اچھی باتیں کرنا بھی سیکھنا چاہیے،اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیے کہ Composed فقرے ہوں اور Irrelevent بات نہ ہو۔باتیں کرنے والوں کو باتیں سننی بھی چاہئیں تا کہ اچھی باتیں کرنا آئے۔ دلچسپیوں[Interests] کو شفٹ کرنے کی وجہ سے ایمان کی وجہ سے ایک انسان کو استقامت نصیب ہوتی ہے۔اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر اپنی دلچسپیاں نہ بدلی جائیں،دلچسپیاں اپنی جگہ ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے جڑے ہیں تو یہ جڑنا کیسا ہوگا؟ کہ دونوں متضاد کام ساتھ ساتھ جاری رہیں گے۔لہٰذا رُخ بدل دیں۔رُخ بدلیں گے پھر فائدہ ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔جیسے بجلی پیدا کرنے کے لیے کبھی کبھار دریاؤں کا رُخ بدل دیتے ہیں،ان کو کسی جھیل میں اکٹھا کیا جاتا ہے جیسے تربیلا کی جھیل میں یا منگلا کی جھیل میں،پھر ان کا رُخ بدلا جاتا ہے اور ان کو اس تیزی سے گرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔یہ رُخ بدلنا بڑا مفید ہوتا ہے اور پھر اس میں تیزی کا لانا بھی بڑا ضروری ہوتا ہے۔آپ تو بجلی سے بھی زیادہ تیز ہوجائیں گے انشاءاللہ تعالیٰ،ایسا کرنٹ پیدا ہوگا جس سے اسلام کو بہت فائدہ ہوگا اور اسلام کی ترویج واشاعت کا کام بہت تیز ہو جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

طالبہ: مجھے انگلش لینگویج میں بہت زیادہ انٹرسٹ ہے لیکن یہ ہے کہ practice makes a man perfact تو مجھے لگتا ہے کہ میرے پریکٹس dim ہوتی جارہی ہے کہ اب میری vocabulary کمزور ہوتی جارہی ہے اور اب میری وہ condition نہیں رہی۔اب اس چیز کو میں کس طرح سے shift کر سکتی ہوں؟

استاذہ: قرآناً عجبا کے نام سے پورے قرآن کی تفسیر پر الحمدللہ کام کرنے کی کوشش کی ہے جس میں چھوٹا سا سوال اور پھر اس کا جواب ہے،پھر سوال ہے پھر اس کا جواب۔

اب ہم اس کو انگلش میں translate کریں گے کیونکہ دنیا کا کثیر حصہ انگلش زبان کو سمجھنے والا ہے تو اس کو آپ انگلش میں translate کرلیں۔ہم اس کو نیٹ پر ریلیز کردیں گے تو یہ کتنا مفید کام ہوگا،قرآنِ حکیم کے حوالے سے بھی اور انگلش زبان میں بھی۔

اب آپ بتائیے کہ مشاورت کا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟اور یہ کہ قرآن کے ذریعے مشاورت کا فائدہ ہوتا ہے؟انسان کو یہ سمجھ آتی ہے کہ میں اپنی زندگی کا کیا کروں؟ بس ربنا اللہ کے بعد،ثم استقاموا کے درمیان کی چیزوں کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیں۔یہی چیزیں استقامت کے راستے کے barriers بھی بن جاتی ہیں اور استقامت کے لیے یہ سب سے زیادہ مفید عناصر بھی بن جاتی ہیں،یہی انٹرسٹ،یہی انسان کے ٹرینڈز،میلانات،رجحانات۔لہٰذا اپنے اپنے انٹرسٹ دیکھیں اور اپنے آپ کو تبدیل کریں۔یہی ہمارا کام ہے کہ ہم دین پر،ربّ کے ساتھ تعلق پر ساری زندگی قائم رہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

ہم دیکھ رہے تھے ربّ العزت نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

"یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے،نہ ان کے لیے کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

اسی طرح ربّ العزت نے سورۃ حم السجدہ کی آیت 30 میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں خوف نہ کھاؤ، غم نہ کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

یہاں ہم اس آیت میں دیکھتے ہیں اضافہ کس بات کا ہے؟ خوف اور غم کی بات تو ہم نے دیکھی کہ خوف نہیں ہوگا، غم نہیں ہوگا لیکن یہاں بہت بڑی بشارت ہے، خوشخبری ہے کہ ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ حق کے راستے پر چلتے ہوئے انسان کو ایک بڑا غم یہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ دوست کم ہیں، ساتھی کم ہیں، اپنے جیسے افراد، اپنے جیسا سوچنے والے کیونکہ حق کی راہ پر چلتے ہوئے ایک انسان کو کبھی ایک مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے، کبھی جا بجا مختلف جگہوں پر حق کی دعوت کے لیے جانا ہوتا ہے تو جہاں اپنے جیسے لوگ ہوتے ہیں وہاں انسان کا جی لگتا ہے اور جہاں اپنے جیسے لوگ نہ ہوں وہاں اُس کے لیے مشکل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر فرماتے ہیں:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

''ان پر فرشتے اترتے ہیں''۔

کیا کرنے کے لیے؟ دوستی، تعلق کے لیے۔ فرش والوں کی عرش والوں کے ساتھ دوستی ہے، اُتر کر آئے ہیں اور بڑائی کس کی ہے؟ اہمیت کس کی ہے؟

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے''۔

نیچے والے جب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے تو جو اوپر عرش کے ارد گرد رہتے ہیں، جو اوپر آسمانوں پر رہتے ہیں وہ بھی اُتر آتے ہیں کہ ہاں ہمارا بھی ربّ اللہ ہے۔ ہر

طرف ایک ہی پکار ہے ''اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے''۔ ربنا اللہ! تو اس کائنات میں جتنے بھی ربنا اللہ کہنے والے ہیں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اتنی بڑی پارٹی بن گئی! اتنی کثیر تعداد۔ ایک دین کی راہ پر چلنے والا کسی ماحول میں اکیلا رہ جائے تب بھی وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ اسے قید کر دو، نظر بند کر دو، کسی دور کے مقام پر پھینک دو، وہ کہیں بھی ہے، وہ لاک اپ میں رکھا ہوا ہے تب بھی فرشتوں کو پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگتی، کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

''ان پر فرشتے اُترتے ہیں''۔

پھر فرشتے انہیں دلاسا دیتے ہیں۔ یہاں پر ہم نے دیکھا پہلا دلاسا کس کا ہے؟ ربّ العزت نے کیا کہا؟

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

مستقبل کی بات ہے کہ خوف اور غم نہیں ہو گا اور یہاں پر کیا ہے؟ اِردگرد سے تسلی ہے، دلاسا ہے، حوصلہ دلایا جا رہا ہے، ہمت بندھائی جا رہی ہے۔

اَلَّا تَخَافُوْا

''خوف نہیں کرنا''۔

زندگی میں اسی تسلی کی تو ضرورت ہوتی ہے، اسی ساتھ کی کہ کوئی کہے کہ کوئی بات نہیں، پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ تو ہے ناں!

اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

''خوف نہ کھاؤ، غم نہ کرو''۔

پھر کیا کریں؟

وَاَبْشِرُوْا

''خوش ہو جاؤ''۔

کس بات پر؟ جنت کے وعدے پر جو مومن سے کیا گیا۔ مومن کو خوشی کس سے مل سکتی ہے؟ جنت کے تصور سے اور یہاں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے مومنوں کا حوصلہ بندھانے کے لیے ہمیشہ آسمانوں سے اُترتے ہیں، ان کا ساتھ دینے کے لیے، ان کے حزن، ان کے ملال، ان کے غم کو کم کرنے کے لیے۔ اس اعتبار سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایمان پر استقامت ہی بنیادی بات ہے جس کی ضرورت ہے اور یہ استقامت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ دلچسپیوں کا رُخ بدلنے سے، میلانات اور رجحانات کا رُخ بدلنے سے۔

اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کہتے ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا مگر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے۔ ثابت قدم وہ شخص ہے جو مرتے دم تک اس عقیدے پر جما رہا''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ

''پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کے ساتھ شریک نہ بنایا اس کے سوا دوسرے کسی معبود کی طرف توجہ نہ کی''۔ (ابن جریر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا:

''خدا کی قسم! استقامت اختیار کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ لومڑیوں کی طرح ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر نہ دوڑتے پھرے''۔ (ابن جریر)

اسی طرح کشاف میں یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے کہ

''اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لینا، یہ استقامت ہے''۔

کشاف ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض فرمانبرداری کے ساتھ ادا کرتے رہنا، یہ استقامت ہے''۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

''پھر جم گئے''۔

پھر خیالات اور تصورات ربنا اللہ پر جم گئے پھر اضطراب ختم ہوگیا، پھر شک دور گیا، پھر دلچسپیاں بدل گئیں، پھر رجحانات اور میلانات بدل گئے، پھر استقامت ملی، جب ایمان کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔

دنیا میں انسانوں کے پھسلنے کے لیے سب سے زیادہ مفید جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ ان کی دل چسپیاں، رجحانات اور میلانات ہیں، تو کرنے والا کام کیا ہے؟ دلچسپیوں کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیں، ٹرینڈز بدل دیں، میلانات کو یہ راستہ دکھا دیں۔

ایک چیز توجہ طلب ہے جیسے عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اپنا میلان ختم کردیں یا اپنا رجحان ختم کردیں۔ ایسا ہو نہیں سکتا، ممکن نہیں ہے خواہ کتنا ہی ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اسلام کا طریقہ امالہ کا طریقہ ہے۔ میں اس کے لیے مثال بھی دینا چاہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ کے بہت سارے ساتھی بہت بہادر تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بہت سارے ساتھی جنگ کا نام آتے ہی یا تلوار کا نام آتے ہی تھر تھر کانپنا شروع کر دیتے تھے لیکن ان کے اندر اور بہت ساری اچھی صفات موجود تھیں مثلاً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں تو بہادری کے جوہر نہیں دکھا سکتے تھے اس لیے کہ بہادری اصلاً تھی نہیں لیکن لفظوں میں بہادری کے جوہر دکھا سکتے تھے، ایسے شعر کہتے تھے جن سے لوگ تڑپ اٹھتے تھے اور بے قرار ہو کر اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس حس کو ختم نہیں کیا بلکہ امالہ

سے کام لیا، ان کی شاعری کا رُخ بدل دیا۔ پھر آپ ﷺ ان کے لیے دُعا کرتے تھے۔ ''حسان کہو! جبرائیل تمہاری مدد کریں گے''۔ یہ ہے اسلام جو ٹرینڈز کو، دلچسپیوں کو، میلانات اور رجحانات کو ختم نہیں کرتا بلکہ ان کا رُخ موڑ دیتا ہے تا کہ ان سے مثبت انداز سے کام لیا جا سکے۔ پھر فرمایا:

اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ جَزَآءً بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ

''ایسے سب لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں''۔

بہت بڑی خوشخبری ہے کہ یہ لوگ جنت والے ہیں۔

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا

''ہمیشہ اس میں رہیں گے''۔

کس وجہ سے؟ کہ ہمیشہ حق پر جمے رہے۔ ان کی ہر سوچ میں کیا تھا؟ ربنا اللہ۔ کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دکھائے کہ ہمارے جسم کے ذرّے ذرّے میں ربنا اللہ کہاں تک موجود ہے؟ اور جسمانی طور پر اگر نظر آئے تو جیسے اقبال نے کہا:

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

تو ہمارے ہر سیل سے کیا نکلنا چاہیے؟ ربنا اللہ، ربنا اللہ، ربنا اللہ۔ زبان سے بھی، آنکھ سے بھی، کان سے بھی، ذہن سے بھی۔ ایک ایک ذرّے سے ربنا اللہ۔ یہ صرف کہنے کی بات نہیں، پریکٹس کی چیزیں ہیں۔ جتنا زیادہ آپ سیکھیں گے اتنا زیادہ ایک ایک سیل کے اندر ربنا اللہ رچ بس جائے گا۔ رچنا بسنا اس نے سوچ سے ہے، سوچ کے ذریعے سے یہ اندر جمے گا تو اس کے لیے سب سے پہلا کام جو کرنا ہے وہ دلچسپیوں کو شفٹ کرنے کا ہے۔ اسلام الفاظ کا نام نہیں ہے اگرچہ اسلام کو ہم الفاظ سے سیکھتے ہیں۔

اسلام عمل کا نام ہے۔

اسلام ایثار کا نام ہے۔

اسلام قربانیوں کا نام ہے۔

اسلام تعاون کا نام ہے۔

اسلام کچھ کر گزرنے کا نام ہے۔

اسلام تو اللہ تعالیٰ کی خاطر جان سے ہی گزر جانے کا نام ہے۔

ربنا اللہ کہنے والا جان بھی اُسی کے لیے دینا چاہتا ہے اور اُسے دے دینی چاہیے اس لیے کہ وہ جان بھی دے ڈالے تب بھی ربنا اللہ کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اسلام پریکٹیکل ہے اور یہ پریکٹیکل اس دنیا میں کرنا ہے۔ دلچسپیاں بھی موجود ہیں، ٹرینڈز بھی ہیں تو ان کو ایک مرکز کے تحت لگا دیں، بہت اچھا نتیجہ نکلے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ فوکس کسی ایک مقام پہ کرتے ہیں۔ اب دیکھیں میں اپنی نظروں کو اس وقت کہاں تک فوکس کر سکتی ہوں؟ ظاہر ہے کہ میری نظر کسی ایک فرد پر ٹک سکتی ہے اگرچہ اس رینج میں کتنے ہی افراد آ رہے ہوں۔ اسی طرح دلچسپیاں اگر جگہ جگہ مختلف جگہوں پر لگانا شروع کر دیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک وہ دلچسپی مرکز سے نہیں جڑ جاتی۔ پھر آپ کہیں بھی بیٹھے ہوں یہ ایک جڑا ہوا کام ہوتا ہے، اس کے بہت بڑے نتائج نکلتے ہیں تو اس لیے ہر ایک اپنی دلچسپی کا مثبت استعمال سیکھے اور اسے اجتماعی فوائد میں استعمال کرے۔ اسی طریقے سے وجود کے ذرّے ذرّے سے ربنا اللہ نکلے گا۔ یہ ہے ربنا اللہ کو سیکھنے کا طریقہ۔ جو لوگ اللہ کے دین کا کام کرنے والے ہیں ان سے پوچھیں کہ دن ہو یا رات، کوئی وقت، کوئی موقع ہو، ہر جگہ، ہر مقام پر ان کے ذہن میں ان کے کام کی وجہ سے ربنا اللہ رہتا ہے۔ جن کا کوئی کام نہیں ہوتا ان کا رشتہ ربّ سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ربنا اللہ کے ساتھ استقامت کس طرح سے آتی ہے؟ کام کی وجہ سے، دل

چسپیوں کا رخ بدل دینے کی وجہ سے۔

میں پوچھنا چاہوں گی کہ یہ جو ہر وقت آپ کے ذہن میں ایک سودا سمایا رہتا ہے اس کی وجہ سے دین پر رہنا آسان ہوا یا مشکل؟ اگر فرض کریں کہ آپ نے قرآن تو پڑھا لیکن آپ اللہ کے دین کا کام نہ کر رہی ہوتیں تو کیا آپ دین پر زیادہ اچھے طریقے سے جم سکتی تھیں؟

طالبہ: کام کے ساتھ جڑنا ممکن ہے۔ میں روزانہ رات کو بیٹھ کر سوچتی ہوں کہ جس طرح روز بروز کاموں میں اضافہ ہو رہا ہے اسی طرح میری استقامت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے الحمدللہ اور جس دن کام کم ہوا اس دن میں ڈانواں ڈول ہونا شروع ہو جاتی ہوں اور جس دن میں زیادہ وقت اللہ کے دین کے لیے زیادہ مصروفِ عمل رہوں اتنا ہی میں مضبوط رہتی ہوں الحمدللہ۔ یہ بات واقعی ہے کہ کاموں کے ساتھ ہی تعلق باللہ بنتا ہے اور کاموں کے ساتھ ہی انسان مضبوط رہتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(تعلیم القرآن 2006؛ سی ڈی سے تدوین)

نوٹ: کتاب ہاتھ میں ہو اور کان وہی الفاظ سن رہے ہوں تو سیکھنے کا عمل زیادہ تیز اور یقینی ہو جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمی مجلس کے اثرات کو محسوس کرنا چاہتے ہیں تو اس لیکچر کی سی ڈی اور کیسٹ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔